بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقامِ نبوّت

تقریر : علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز

ترتیب

خلیل احمد رانا

جمیل پبلی کیشنز
جہانیاں ـــــ ضلع خانیوال

نام کتاب ———— مقامِ نبوّت
تقریر ———— علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ
ترتیب ———— خلیل احمد رانا
صفحات ———— ۱۶
کتابت ———— فانی خوشنویس
مطبع ————
ناشر ———— جمیل پبلی کیشنز جہانیاں
قیمت ———— ۵۰/۲ روپے

یہ تقریر ۴ر محرم الحرام ۱۳۹۹ھ / ۵ر دسمبر ۱۹۷۸ء بروز منگل ریڈیو پاکستان ملتان سے نشر ہوئی۔

غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز

امام اہلسنت، حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ۲۵ر رمضان المبارک ۴ر جون ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ کو رحلت فرما گئے۔ ان کی وفات لاکھوں مسلمانوں کو خون کے آنسو رلا گئی۔ ملتِ اسلامیہ ظاہری طور پر ایک عظیم رہنما سے محروم ہو گئی اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید ہی پُر ہو سکے۔ ان کے وصال سے تفسیر و حدیث کی مسند ہی سُونی نہیں ہوئی، بلکہ محراب و منبر کی زینت، خانقاہِ درویشی کا جمال، رشد و ہدایت کا صوفیانہ اندازِ دلنشیں، لاینحل سوالات کی عقدہ کشائی، قرآن و حدیث کی روشنی میں اربابِ سیاست کی رہنمائی اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے سوز و گداز کی مجسم کیفیت رخصت ہو گئی۔ وہ جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ اسلامی علوم و فنون کے یکتائے روزگار ماہر اور اسرارِ معرفت کے دبستان تھے۔

علامہ کاظمی بیک وقت بہترین مدرس اور محدث، بلند پایہ مصنف، شعلہ بیان خطیب اور صاحبِ حال شیخِ طریقت تھے۔ ان تمام عظمتوں کے باوجود تواضع اور انکساری کا یہ عالم کہ معمولی سے معمولی آدمی سے بڑی محبت اور احترام سے ملتے۔ جو شخص آپکی خدمت میں ایک بار بھی حاضر ہوا وہ ہمیشہ کے لیے آپ کی محبت و عقیدت لے کر واپس آیا۔

ملتِ اسلامیہ کو جب بھی کوئی مرحلہ پیش آیا۔ علامہ کاظمی نے ہمیشہ قائدانہ انداز میں بھرپور راہنمائی فرمائی۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس کی سرزمین پر منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں علماء و مشائخ کے وفد کے ہمراہ شریک ہوئے اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کی۔ یاد رہے کہ یہ کانفرنس تحریک میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ نے تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء، تحریکِ نظامِ مصطفےٰ، ۱۹۷۷ء میں قائدانہ حصہ لیا اور تمام عمر نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ انوار العلوم ایسا مرکزی ادارہ قائم کیا، جہاں نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک تشنگانِ علوم و معارف کو سیراب فرماتے رہے۔ جمعیۃ العلماء پاکستان کے بانی رکن اور پہلے جنرل سیکرٹری تھے۔ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان اور تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے صدر تھے۔

حضرت علامہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں عقیدت مند، ہزاروں شاگرد اور محققانہ تصانیف کا قابلِ قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ حیاتِ مستعار کے آخری سالوں میں قرآن پاک کا اردو ترجمہ مکمل کیا اور تفسیر کا کام آخری دم تک کرتے رہے۔ غرض یہ کہ ان کی زندگی قابلِ صد رشک تھی، اللہ تعالیٰ ہر سنی عالمِ دین کو ایسی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ لاہور
ربیع الاول / ۱۴۰۷ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

محترم عزیزو!

نبی وہ مقدس انسان ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ منصبِ ہدیٰ اور اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے اپنے بندوں کی طرف بھیجے اور اس منصبِ ہدیٰ اور منصبِ تبلیغِ احکام پر فائض اور مامور فرمائے۔

علمائے علمِ لغت نے لفظ "نبی" کے آٹھ معنیٰ لکھے ہیں۔ پہلے میں لغوی معنیٰ عرض کروں گا۔ اس کے بعد یہ عرض کروں گا۔ کہ وہ تمام معنیٰ شرعی نبی میں پائے جاتے ہیں۔ علماءِ علمِ لغت نے فرمایا:

۱۔ النَّبِیُّ: اَلْمُخْبِرُ ۲۔ اَلْمُخْبَرُ ۳۔ اَلطَّرِیْقُ الْوَاضِحُ ۴۔ اَلْخَارِجُ
۵۔ اَلْمُخْرِجُ ۶۔ اَلظَّاهِرُ ۷۔ اَلسَّامِعُ الصَّوْتِ الْخَفِیِّ ۸۔ اَلْمُرْتَفِعُ۔[1]

---

[1] نبی کے معنیٰ کی تفصیلات حسب ذیل کتب معتبرہ میں درج ہیں۔
مسامرہ جلد دوم طبع مصر صہ ۸۳ ، نبراس شرح عقائد صہ ۸
شرح مواقف جلد ۸ صہ ۱۷۷ طبع مصر ، مفردات امام راغب اصفہانی صہ ۵ طبع مصر
اقرب الموارد جلد دوم صہ ۱۲۵۹ طبع مصر ، الشفا قاضی عیاض اندلسی صہ ۷۳
مواہب لدنیہ جلد اول صہ ۲۸۱ (خلیل احمد)

لفظِ نبی کے یہ آٹھ معنیٰ علمائے علم لغت نے لکھے ہیں اور جس مقدس انسان کو اصطلاحِ شرع میں نبی کہا جاتا ہے اور جس کا مفہوم میں نہایت مختصر الفاظ میں عرض کر چکا ہوں، اُس میں یہ آٹھوں معنیٰ لغت کے پائے جاتے ہیں۔

نبی کو "مُخْبِرْ" اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہدایات الٰہیہ اور پیغامات ربانیہ کی خبر اللہ کے بندوں کو دیتا ہے۔

نبی کو "مُخْبَرْ" اسلئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے خبر دیا جاتا ہے۔ نبی کو "الطریق الواضح" اسلئے کہا جاتا ہے کہ چونکہ انسان کے مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے لیے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی ہے اور انسان کی تخلیق کا جو بنیادی مقصد ہے، وہ خُدا کی معرفت اور خدا تک پہنچنا ہے، دینی و دنیوی سعادتیں حاصل کرنا اور نجات اخروی پانا۔ یہ نبی کی بعثت کا مقصد ہوتا ہے۔ تو گویا ان مقاصد کے حصول کے لئے طریق واضح اور روشن راستہ ہے۔ نبی کی ذات دنیوی سعادتیں اور نجات اُخروی حاصل کرنے کا روشن راستہ ہے، نبی خُدا تک پہنچنے کا روشن راستہ ہے، اس لئے "الطریق الواضح" کے معنیٰ بھی نبی شرعی میں پائے جاتے ہیں۔

"الخارج" کے معنیٰ ہیں ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانے والا، چونکہ نبی صاحبِ ہجرت ہوتا ہے اور ہجرت کے معنیٰ آپ جانتے ہیں کہ ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانا، جیسے ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے، اس میں خارج ہونے کے معنیٰ پائے جاتے ہیں یعنی ہجرت کا مفہوم اس میں پایا جاتا ہے۔

نبی کو "المخرج" اسلئے کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اعدائے دین کی ایذا رسانی کی وجہ سے ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جاتا ہے اور وہ کفار سبب ہوتے ہیں نبی کے ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہونے کا، تو اس اعتبار سے نبی کو مخرج بھی کہا جا سکتا ہے۔

نبی کو "الظاہر" اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو وہ علاماتِ نبوت عطا فرماتا

ہے اور وہ آیاتِ نبوت اور معجزات عطا فرماتا ہے کہ نبی جن کا حامل ہو کر کمالِ ظہور کی صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ۔ تو اس کمالِ ظہور کی صفت کے ساتھ متصف ہونے سے نبی شرعی میں "الظاہر" کے معنیٰ بھی پائے جاتے ہیں۔

نبی شرعی میں "السامع الصوت الخفی" کے معنیٰ بھی موجود ہیں، کیونکہ السامع الصوت الخفی کا مفہوم یہ ہے کہ ہلکی سے ہلکی اور پوشیدہ سے پوشیدہ آواز سننے والا۔ آپکو معلوم ہے کہ نبی، اللہ کا خطاب سنتا ہے، اللہ کا کلام سنتا ہے، اللہ کی وحی سنتا ہے۔ وہ ایسی ہلکی اور ایسی خفیہ ہوتی ہے کہ جس تک نبی کا ہی ادراک پہنچ سکتا ہے اور نبی کی ہی قوت سامع اس کا ادراک کرسکتی ہے۔ دوسروں کی قوت اسکے ادراک سے عاجز ہوتی ہے، بلکہ اس دُنیا میں بھی ہلکی سے ہلکی آواز سُننا یہ نبی کی شان ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ جب سلیمان علیہ السلام اور اُن کا لشکر وادیٔ نملہ سے گزرے، تو چونٹیوں کی ملکہ نے دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آسمان کی بلندیوں پر آ رہا ہے، اگر یہ لشکر یہاں اُتر گیا تو یہ جو میری چھوٹی چھوٹی چونٹیاں ہیں یہ اس لشکر کے اُترنے سے پامال ہو جائیں گی۔ تو چونٹیوں کی ملکہ نے چونٹیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے میری چھوٹی چھوٹی چونٹیو تم ان سوراخوں میں داخل ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور اُن کا لشکر اُتر کر تمہیں پامال کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام، چونٹیوں کی ملکہ کی بات سن کر مسکرا پڑے۔ آپکو معلوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ بہت فاصلے اور بلندیوں پر تھے اور چونٹیوں کی ملکہ چونٹیوں سے یہ بات زمین پر کہہ رہی تھی۔

اب دیکھیے کوئی انسان زمین پر موجود ہو تو کبھی چونٹی کی آواز نہیں سُنتا، لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اتنی بلندیوں سے اس کی آواز کو سُن لیا۔ تو ثابت ہوا کہ "السامع الصوت الخفی" کے معنیٰ بھی نبی شرعی میں پائے جاتے ہیں۔

اور النبی کے معنی ہیں "اَلْمُرْتَفِعُ" رفعت اور بلندیوں والا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی ساری کائنات سے بلند ہوتا ہے۔ وہ اپنے علم کے اعتبار سے، اپنے عمل کے اعتبار سے اور اپنے اخلاق کے اعتبار سے بلکہ یوں کہیے کہ نبی جسمانی اور روحانی اعتبار سے ساری کائنات سے بلند ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہ رفعت اور بلندی عطا فرماتا ہے جو کائنات میں کسی اور کے لئے متصور نہیں ہوتی، یہاں تک کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: "ورفعنالک ذکرک" اے محبوب! آپکو اتنی رفعت عطا فرمائی گئی ہے کہ ہم نے آپکے ذکر کو بھی آپ کیلئے بلند فرمایا۔ بہر حال یہ آٹھ معنی نبی شرعی میں پائے جاتے ہیں اور یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ نبی اپنے کمالات علمیہ اور عملیہ کے اعتبار سے تمام غیر انبیاء سے فائق ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نبی کو وہ علم عطا فرماتا ہے جو غیر نبی کے لئے متصور نہیں۔ نبی کو وہ حکمت دیتا ہے جو کسی غیر نبی کے لئے متصور نہیں۔ نبی کے جسمانی قوئے دوسرے انسانوں کے جسمانی قویٰ سے بہت بلند و بالا اور قوی ہوتے ہیں۔ نبی کے روحانی قوئے، نبی کا علم، نبی کی عقل تمام انسانوں سے بلند و بالا اور اعلیٰ اور اتم ہوتی ہے۔

آپکو معلوم ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی حکمت تو تخلیق انسانی کے مقصد کی تکمیل ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ ہم نے جن و انس کو اپنی عبادت و معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔ عبادت کا مفہوم یہی نہیں کہ ہم پانچ وقت نماز ہی پڑھ لیں یا روزہ رکھ لیں یا زکوٰۃ دے دیں یا حج کر لیں، بلکہ انسان کی عبادت تو ہر سانس میں ہے۔ وہ جو سانس لے، جو عمل کرے، جو حرکت کرے، اُس کے اندر اپنے رب کی رضا مقصود ہو۔ جو کام بھی رضائے رب کے لیے کیا جائے اور وہ کام ایسا ہو کہ جس کام کے کرنے کا طریقہ شرع شریف سے ثابت ہے۔ وہ سب کام عبادت ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کا کھانا کھانا بھی عبادت ہے، پانی پینا بھی عبادت ہے، اپنے اہل و عیال کے حقوق متعلقہ کو پورا کرنا یہ سب عبادت ہے، چلنا پھرنا بھی عبادت ہے۔

تو اَب غور فرمائیے کہ انسان اپنی زندگی میں جتنے مرحلوں سے گزرے گا وہ سب عبادت کے مرحلے ہیں۔ اَب اُس کو معلوم نہیں کہ کس طریقے سے میں اپنے رب کو راضی کروں اور کس طرح اپنی زندگی کو گزاروں اور کس طرح میں بات کروں اور کس طرح میں کوئی کام کروں اور میں اللہ تعالےٰ کی رضا کس طرح حاصل کروں، تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے رب سے اپنی کمزوریوں کی بنا پر وہ کوئی احکام نہیں لے سکتا، کوئی ہدایات نہیں لے سکتا اور کوئی حکم اپنے رب سے وہ حاصل نہیں کر سکتا، اس لئے کہ اُس کے اندر کچھ ایسی بشری کمزوریاں ہیں کہ جن کمزوریوں کی وجہ سے وہ براہِ راست اللہ تعالےٰ سے فیض حاصل نہیں کر سکتا۔ تو اب اگر اُس کو کوئی فیض نہ پہنچے اور اُس کو کوئی ایسا طریقہ حاصل نہ ہو جس کی بنا پر وہ اپنے اس مقصدِ تخلیق میں کامیاب ہو، تو کس طرح وہ کامیابی حاصل کرے گا اور وہ کیا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ اب وہ انبیاء بھی اگر اُنہی بشری کمزوریوں میں مبتلا ہوں تو پھر اُن کی نبوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ بات طے شدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسمانی قویٰ عام انسانی قویٰ سے بہت بلند و بالا اور قوی ہوتے ہیں۔ ان کی روحانیت بہت عظیم ہوتی ہے، اُن کا علم بہت کامل ہوتا ہے۔ اُن کی حکمت کامل ہوتی ہے، اُن کے اخلاق اخلاقِ عظیمہ ہوتے ہیں، اُن کا ہر قول، اُن کا ہر فعل نبی اور رسول ہونے کی حیثیت سے شرع کی دلیل اور منجانب اللہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا: لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے محبوب آپ فرما دیجئے کہ تم میری اتباع کرو۔ اور اسی قرآن میں فرمایا: اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔

اگرچہ یہاں اللہ و رسول اور اولی الامر تینوں کی اطاعت کا ذکر ہے۔ لیکن اللہ کی اطاعت کے لیے اطیعوا کا لفظ فرمایا اور رسول کی اطاعت کے لیے بھی اطیعوا کا لفظ فرمایا

اور اولی الامر کا عطف کر دیا ماقبل پر، وہاں اطیعوا کا لفظ ذکر نہیں فرمایا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اولی الامر کی اطاعت تو اسی بات میں ہوگی جو خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہو اور جو بات کسی غیرِ رسول کی خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو ہرگز اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی، اور جب بھی کوئی غیرِ رسول کوئی حکم ہمارے سامنے رکھے گا تو ہمیں حق ہے کہ ہم اس کے حکم کے صحیح ہونے اور اس کی اطاعت کے واجب ہونے پر ہم اس سے دلیل طلب کریں اگر اس کا حکم صحیح ہے اور اس کے پاس اس حکم کے واجب الاتباع ہونے کی دلیل موجود ہے تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور اگر وہ حکم صحیح نہیں ہے اور اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر ہم اس کی اتباع نہیں کریں گے اور اسی لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- لاطاعت مخلوق معصیة فی الخالق یعنی ایسی بات میں مخلوق کی طاعت نہیں ہو سکتی جس میں خالق کی معصیت ہو۔ تو اسلئے اولی الامر کے لئے مستقلاً اطیعوا کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ اس کا عطف ماقبل پر فرما دیا اور دونوں کے لیے فرمایا "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول" حالانکہ "الرسول" میں بھی اطیعوا کی بجائے عطف کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے وہاں اطیعوا فرمایا۔ یہ کیوں؟ مقصد یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے حکم پر تم کوئی دلیل طلب نہیں کر سکتے اسی طرح رسول کے حکم پر بھی تم کوئی دلیل طلب نہیں کر سکتے۔ بغیر طلبِ دلیل کے تم پر واجب ہے کہ خدا کی اطاعت کرو اور بغیر طلبِ دلیل کے تم پر واجب ہے کہ تم رسول کے حکم کی اطاعت کرو اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب رسول عام بشری کمزوریوں سے بالاتر ہو۔ اور اگر اس کے اندر وہ بشری کمزوریاں ہیں اور اگر وہ غلطی کرتا ہے، اگر وہ گنہگار ہو سکتا ہے اور وہ اس قسم کی بشری کمزوریوں سے متصف ہو سکتا ہے تو پھر اس کی اطاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس کی اطاعت کا واجب الاتباع ہونا، یہ متصور ہی نہیں ہوتا۔

میں آپکو بتاؤں کہ اللہ کی اطاعت بھی مستقلاً ہے اور رسول کی اطاعت بھی مستقلاً ہے۔

مگر یہ مستقلاً اس معنی میں نہیں ہے کہ خدا کی طرح معاذ اللہ، رسول بھی معبود ہوتا ہے۔ اللہ کا رسول معبود نہیں ہوتا وہ تو عبد ہوتا ہے، وہ مخلوق ہوتا ہے، خالق نہیں ہوتا، وہ تو خدا نہیں ہوتا خدا نما ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جس طرح اللہ کے حکم پر تم کوئی دلیل طلب کرنے کا حق نہیں رکھتے، اسی طرح رسول کے حکم پر بھی تم کوئی دلیل طلب کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ اس اعتبار سے ہم رسول کی اطاعت کو مستقل کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حکم تو رسول کا اپنا ذاتی ہوگا ہی نہیں، وہ تو اللہ ہی کا حکم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیں رسول کی زبان سے ملے گا۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رسول ہونے کی حیثیت سے رسول جو کچھ کہے گا اور وہ شرع کی دلیل قرار پائے گا۔ اسی لئے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو حجت شرعیہ سمجھتے ہیں۔ اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ قرآن میں سب کچھ ہے مگر اُس کی وضاحت حدیث میں ہے اور حدیث میں بھی سب کچھ ہے مگر اس کی وضاحت مجتہدین اور فقہاء کے اجتہادات میں ہے اور اُن کی فقہ میں ہے۔ جس طرح کہ قرآن کا فہم اور قرآن پر عمل حدیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح احادیث کا فہم اور احادیث پر عمل کرنا یہ فقہاء اور مجتہدین کے اجتہادات اور اُن کی فقہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ تو اس وقت اتنا موقع نہیں کہ میں ان تفصیلات میں جاؤں۔ میں نے اجمالی طور پر آپکی خدمت میں عرض کر دیا ہے۔ بہر حال مجھے بتانا یہ تھا کہ نبی عام بشری کمزوریوں سے بالکل پاک ہوتا ہے اور نبی بشر ضرور ہوتا ہے مگر وہ بے عیب بشر ہوتا ہے۔ نبی عبد ضرور ہوتا ہے مگر ایسا عبد ہوتا ہے کہ جو تمام عباد اللہ میں ممتاز، سب سے افضل اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا عبد ہوتا ہے کہ جو اللہ اور عباد اللہ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور وہ آئینہ ہوتا ہے حُسنِ الوہیت کا۔ اور مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے انعام کی جو ابتدا ہوتی ہے وہ انبیاء سے ہوتی ہے اسی لئے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

من يطيع الله ورسول فاولٰئك مع الذين انعم الله عليهم
من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين ؕ

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء، اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ ــــــــــــ لے

کیونکہ نبوت پہلا انعام ہے اور نبوت سے صدیقیت کا ظہور ہوگا اور صدیقیت سے پھر شہادت اور صالحیت کا ظہور ہوگا۔ مجھے کہنے دیجیے کہ یہ صالحیت ہو یا شہادت یا صدیقیت ہو یہ سب نبوت کا حُسن ہیں اور نبوت بتمامہا یہ الوہیت کا حُسن ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے حُسن الوہیت کا آئینہ بنایا۔ اللہ کے کلام کا جلوہ اللہ کے نبی کی ذات میں نظر آتا ہے۔ جب تک اللہ کا کلام، اللہ کا نبی ہمیں نہ سُنائے ہمیں اللہ کے کلام کا علم ہی نہیں ہوسکتا۔ اللہ اپنے علم کا جلوہ اپنے نبی کو دیتا ہے، اپنی قدرت کا مظہر اپنے نبی کو بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے جلوے اپنے نبی کو عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام نیکیاں اور خوبیاں اور تمام اوصاف حسنہ اور تمام کمالات کا آئینہ اپنے نبی کو بناتا ہے۔ پھر اُس نبی سے ظہور ہوتا ہے تو صدیقین کا جلوہ سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حُسنِ الوہیت کے جلوے ہمیں انبیاء میں نظر آتے ہیں اور نبوت کے حُسن کے جلوے ہمیں صدیقین میں نظر آتے ہیں۔

صدیقیت کا کمال، شہادت کا کمال اور صالحیت کا کمال، ان سب آئینوں میں جو ہم دیکھ رہے ہیں خُدا کی قسم اُن سب کا منتہا نبوت کا مقام ہے اور نبوت اور کمالات نبوت کا جو منتہا ہے وہ بارگاہِ الوہیت ہے۔

بہر نوع مجھے کہنے دیجیے کہ اللہ تعالےٰ نے نبی کو ایسی صفت عطا فرمائی کہ جس صفت کی بنا پر وہ تمام کائنات میں ممتاز ہے۔ نبی کو خُدا سمجھنا یا خُدا کا شریک سمجھنا یا خُدا کا بیٹا سمجھنا شرک ہے کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہے۔ نبی خُدا نہیں ہوتا، خدانما ہوتا ہے یعنی خُدا کے احکام کی طرف راہنمائی فرماتا ہے، خُدا کی معرفت عطا فرماتا ہے۔ نبی واجب الوجود

لے سورۃ النساء پ ۵

نہیں ہوتا وہ ممکن ہوتا ہے، نبی قدیم نہیں ہوتا وہ حادث ہوتا ہے۔ نبی خالق نہیں ہوتا بلکہ وہ مخلوق ہوتا ہے اور نبی معبود نہیں ہوتا بلکہ وہ عبد ہوتا ہے مگر ایسا عبد کہ تمام عباد میں ممتاز اور ایسا بشر کہ تمام بنی نوع بشر سے ممتاز، بے عیب اور بے نقص۔ تو اللہ تعالیٰ نبوت کے لئے ایک ایسے مقدس انسان کو منتخب فرماتا ہے جو کمالات انسانیت سے متصف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس میں تمام علمی اور عملی استعداد کو پیدا فرما دیتا ہے اور اسی لئے قرآن کریم میں ایک اور مقام پر فرمایا:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ (سورۃ الانعام آیت ۱۲۵)

اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

معلوم ہوا "جعل رسالت" کے لئے ایک خاص محل ہوتا ہے اور وہ محل وہ ہے کہ جو جسمانی روحانی، ظاہری، باطنی طور پر اعلیٰ، اکمل اور اعظم ہوتا ہے۔ میں مختصر طور پر عرض کروں گا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کا ظہور صدیقین میں ہوا شہداء اور صلحاء میں ہوا۔ یہ نبوت کا آئینہ صدیقیت کا حُسن اپنے اندر رکھتا ہے اور صدیقین کمالِ نبوۃ کا مظہر ہیں۔ اور مجھے کہنے دیجئے کہ جتنے صدیقین ہوئے اور امتِ مسلمہ میں صدیق اکبر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُن کا کمالِ صدیقیت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ نبوت کے حُسن کا ظہور ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کو اللہ تعالیٰ نے صدیقیت کے علاوہ شہادت بھی عطا فرمائی، یہ بھی حُسنِ نبوت کا ظہور ہے اور اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جن کو اللہ تعالےٰ نے حُسنِ صدیقیت کے ساتھ حسن شہادت سے بھی نوازا، وہ بھی جمالِ نبوت ہے، اور مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ صدیقیت کے ساتھ حسنِ شہادت بھی اُن کو عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیت اطہار، صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ان تمام خوبیوں سے نوازا، اور مجھے کہنے دیجئے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی جو شہادت ہے وہ شہادت محمدی کا ظہور ہے[1]۔ اس موضوع پر اور کچھ زیادہ تفصیل سے عرض نہیں کر سکتا۔ اتنا عرض کروں گا کہ دیکھئے اللہ تعالےٰ

---

[1] اس موضوع پر حضرت علامہ کاظمی قدس سرہٗ کی تقریر فلسفۂ شہادت عنقریب شائع ہوگی۔

نے اپنے آپ کو بھی شہید فرمایا: وھو بکل شئ شھیدٌ اور رسول کے حق میں شہید کا لفظ ارشاد فرمایا اور ارشاد فرمایا: و یکون الرسول علیکم شھیدا ۔ اور اسی طرح مومنین کے حق میں فرمایا: لتکونوا شھداء علی الناس ؕ

اللہ بھی شہید ہے، رسول بھی شہید ہے اور مؤمنین بھی شہید ہیں۔ تو اب شہید کا مفہوم کیا ہے؟ اگر یہ کہیں کہ فقط مقتول فی سبیل اللہ کو شہید کہا جائے یعنی جو اللہ کی راہ میں مقتول ہو جائے، تو پھر نہ اللہ شہید ہو سکتا ہے نہ رسول شہید ہو سکتا ہے اور نہ تمام مؤمنین شہید ہو سکتے ہیں۔ اصل میں شہید کے معنی ہیں:-

الشھادۃ والشھود، الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصیرۃ [1]

یعنی شہادت اور شہود کے یہ معنی ہیں کہ حاضر ہونا اور فقط حاضر ہونا نہیں بلکہ مشاہدے کے ساتھ حاضر ہونا، دیکھتے ہوئے، سنتے ہوئے اور جانتے ہوئے حاضر ہونا، یہ ہے شہادت اور شہود۔ تو میں مختصر طور پر عرض کرتا ہوں کہ اللہ کے شہید ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم و قدرت، اپنی حکمت اور سمع و بصر کے ساتھ تمام کائنات پہ حاضر ہے کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ اپنے علم و قدرت اور اپنی سمع و بصر کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ اسی لیے ہم اللہ کے لیے **حاضر ناظر** کا لفظ استعمال کر جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ شہید ہے کہ وہ اپنی کائنات اور اپنے بندوں پر حاضر ہے اور مؤمنین شہید ہیں اس اعتبار سے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظمت پناہ میں محل عزت پہ حاضر ہیں۔ اسلئے مؤمنین کو شہید کہا گیا اور مقتولین فی سبیل اللہ ان کے لئے تو خاص قسم کا محلِ عزت اور محلِ کرامت مقرر فرمایا ہے جو خدا کی بارگاہ میں ہے اور جب یہ لوگ خدا کی بارگاہ میں اُس محلِ عزت اور محل کرامت پر پہنچیں گے جو ان مقتولین فی سبیل اللہ کے لیے خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے تو یوں کہیئے کہ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور اس محلِ کرامت میں خدا کے سامنے موجود ہوں گے۔ تو جس قدر بھی مؤمنین مقتول فی سبیل اللہ ہیں اُن کے شہید ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے مرتبے

---

[1] مفردات القرآن: امام راغب اصفہانی رح مطبوعہ اہل حدیث اکادمی لاہور ص ۵۵۳

اور اپنے اپنے منصب کے مطابق بہ محل کرامت اور محلِ عزت پر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، تو یوں کہیئے کہ بندے کا حاضر ہونا بندے کا شہید ہونا بایں معنی ہے کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہے اور خدا کا شہید ہونا اس معنی میں ہے کہ وہ اپنے بندوں پر حاضر ہے۔ خدا بندوں پر حاضر ہے اس لیے شہید ہے اور بندے مؤمنین، مقتولین فی سبیل اللہ اپنے اپنے مناسب اور اپنے اپنے مراتب اور درجات کے اعتبار سے محل کرامت پانے کے لئے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہیں، لہٰذا یہ شہید ہے تو مومن اس لیے شہید ہے کہ وہ رب کی بارگاہ میں حاضر ہے اور رب اس لیے شہید ہے کہ وہ اپنے بندوں پر حاضر ہے اور رسول بھی شہید ہیں۔ قرآن نے کہا: ویکون الرسول علیکم شہیدا (پ۲)

رسول کے شہید ہونے کا مقصد کیا ہے تو میں آپکو بتا دوں کہ اُس کے شہید ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہم تو خدا پر حاضر اور خدا ہم پر حاضر اور رسول ہم پر بھی حاضر اور خدا پر بھی حاضر، رسول بندوں پر بھی حاضر ہے کیونکہ اگر بندوں پر حاضر نہ ہو تو خدا کے ہاں وہ گواہی کیسے دے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (پ۵)

ہر نبی اپنی امت پر شہید ہوتا ہے اور گواہ ہوتا ہے۔ اگر نبی اپنی امت اور اپنے غلاموں پر حاضر نہ ہو تو ان کی شہادت رب کی بارگاہ میں دے نہیں سکتا اور اگر وہ خدا پر حاضر نہ ہو تو اُس کی شہادت بندوں کے سامنے دے نہیں سکتا۔ اس لیے نبی خدا پر بھی حاضر ہے اور بندوں پر بھی حاضر ہے۔ خدا کی بات بندوں کو پہنچاتا ہے اور بندوں کی بات خدا کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے۔ اور اسی بنا پر اُس کو شہید ہونے کا منصب حاصل ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم کی آیت اسی مضمون کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ "ویکون الرسول علیکم شہیدا" اور فکیف اذا جئنا الخ

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام منصب نبوۃ پر جب فائز ہوتے ہیں تو انسانی تخلیق کے مقصد کی تکمیل کے لیے فائز ہوتے ہیں تو اس لئے اللہ تعالیٰ اس کام

کو انجام دینے کے لیے اُنہیں کامل علم عطا فرماتا ہے اور اُن کا کامل علم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (پ۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۷)

اور اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (پ۵)

میں عرض کر رہا تھا کہ کامل علم جب تک نہ ہو نبی منصب رسالت کے مطابق کام انجام نہیں دے سکتا اور نبی کے قویٰ اور نبی کا علم اگر کامل نہ ہو تو وہ ان تمام مناصب کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ نبی کو اللہ تعالیٰ اتنی روحانی قوت عطا فرماتا ہے کہ وہ اپنی اُمّت اور اپنے غلاموں کے قلوب کا تزکیہ کرتا ہے اگر نبی کی روحانیّت اکمل نہ ہو، نبی کی روحانیت اقویٰ نہ ہو تو کیسے وہ ہمارا تزکیہ فرما سکتا ہے۔ قرآن نے کہا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (پ۴)

تو اس آیت میں صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کو اس لئے بھیجتا ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا کہ ہمارے نفس کا تزکیہ کریں۔ ہمارے باطن کو پاک کریں، جب تک اُن کی روحانیت اتنی قوی نہ ہو کہ اُس کا اثر ہمارے باطن تک پہنچے تو کس طرح ہم پاک ہو سکتے ہیں۔

"وما علینا الا البلاغ المبین"